(۱۳) حیاتِ ملّی کا تسلسل روایاتِ ملّیہ کی حفاظت و مداومت پر موقوف ہے۔ جو قوم اپنی ملّی روایات سے بے خبر ہو جاتی ہے وہ صفحۂ ہستی سے مٹ جاتی ہے۔ پس مسلمانوں کو اپنی اتفاقی روایات پر قائم رہنا چاہیے۔

اے امانت دارِ تہذیبِ کہن پشت پا بر مسلکِ آبا مزن[۵۳]

(۱۴) مسلمان کی زندگی کا مقصد اعلائے کلمۃ اللہ کے علاوہ اور کچھ نہیں ہے اور جہاد کا مقصود اگر تسخیر ممالک ہو تو وہ اسلام میں حرام ہے۔

طبعِ مسلم از محبت قاہر است مسلم ار عاشق نباشد کافر است[۵۴]
تابعِ حق دیدنش نا دیدنش خوردنش، نوشیدنش، خوابیدنش[۵۵]
قربِ حق از ہر عمل مقصود دار تا ز تو گردد جلالش آشکار[۵۶]
ہر کہ خنجر بہرِ غیر اللہ کشید تیغِ او بر سینۂ او آرمید[۵۷]
زندگی از طوفِ دیگر رستن است خویش را بیت الحرم دانستن است[۵۸]

(۱۵) موجودہ عقل و خرد اور تہذیب در اصل جہالت اور سفاہت ہے مسلمانوں کو اس مادّی تمدّن اور مغربی تہذیب سے بچنا چاہیے کیونکہ اس کی بنیاد غیر اللہ پر قائم ہے اور اس لیے کمزور ہے۔

علمِ مسلم کامل از سوزِ دل است معنیٔ اسلام ترکِ آفل است[۵۹]
سوزِ عشق از دانشِ حاضر مجوے کیفِ حق از جامِ ایں کافر مجوے[۶۰]
دانشِ حاضر حجابِ اکبر است بت پرست و بت فروش و بتگر است[۶۱]

(۱۶) وقت (TIME) پر وہی شخص حکمران ہو سکتا ہے۔ جو اپنی خودی سے واقف ہو۔ چنانچہ مرشد رومی کہتے ہیں۔

ہر کہ عاشق شد جمالِ ذات را اوست سیّد جملہ موجودات را[۶۲]

امام شافعیؒ نے وقت کو سیف قاطع قرار دیا ہے۔ وقت در اصل حیات ہے اور کوئی

شخص حیات کو وقت سے جدا کر کے سمجھ بھی نہیں سکتا۔

من چہ گویم سرّ ایں شمشیر چیست　آب او سرمایہ دار از زندگیست[۶۳]
پنجۂ حیدرؓ کہ خیبر گیر بود　قوّتِ او از ہمیں شمشیر بود[۶۴]
تو کہ از اصلِ زماں آگہ نۂ　از حیاتِ جاوداں آگہ نۂ[۶۵]
زندگی از دہر و دہر از زندگی است　'لا تسبّو الدّہر' فرمانِ نبیؐ است[۶۶]
نغمۂ خاموش دارد سازِ وقت　غوطہ در دل زن کہ بینی رازِ وقت[۶۷]

(۱۷) آخر میں علامہ اللہ تعالیٰ سے دعا کرتے ہیں کہ:۔

(ا) عشق را از شغلِ لَا آگاہ کن　آشنائے رمزِ اِلّا اللہ کن[۶۸]

(ب) موجودہ زمانہ کے مسلمانوں کا سینہ دل سے خالی ہے یعنی محمل تو ہے مگر لیلیٰ نہیں میں مثل شمع کے تنہا جل رہا ہوں کوئی میرا دلسوز نہیں پس اے خدایا تو یہ امانت مجھ سے واپس لے لے یا مجھے ایک ہم دم عطا کر۔

خواہم از لطفِ تو یارے ہمدمے　از رموزِ فطرتِ من محرمے[۶۹]
تا بجانِ او سپارم ہوئے خویش　باز بینم در دلِ او روئے خویش[۷۰]

****

مولانا محمد طاسین کی معرکۃ الآراء تصنیف

مروّجہ نظامِ زمینداری اور اسلام

عمدہ سفید کاغذ، دیدہ زیب طباعت، خوبصورت اور مضبوط جلد
قیمت ۳۵ روپے

شائع کردہ: مکتبہ مرکزی انجمن خدام القرآن لاہور، ۳۶۔ کے۔ ماڈل ٹاؤن

ملّتِ اسلامیہ کے نام اقبال کا پیغام

خلاصۂ رموزِ بے خودی

مرتّبہ: پروفیسر یوسف سلیم چشتی

جس طرح خودی کے معنی تکبّر یا غرور کے نہیں ہیں اسی طرح بے خودی کے معنی بے ہوشی یا خود فراموشی کے نہیں۔ بلکہ یہ فرد کی زندگی کی اس کیفیّت کا نام ہے جو جماعت کے ساتھ وابستہ رہنے سے پیدا ہوتی ہے۔

(۱) ربطِ فرد و ملّت

علامہؒ فرماتے ہیں کہ فرد تنہا زندگی بسر کرنے کے لیے نہیں پیدا ہوا۔ جہاں تک ہوسکے جماعت کے ساتھ رہنا چاہیے۔ چنانچہ آنحضرتؐ فرماتے ہیں "شیطان جماعت سے دُور رہتا ہے۔"

فرد می گیرد ز ملّت احترام ملّت از افراد می یابد نظام[۱]

فرد قوم سے جدا ہو کر اپنی ہستی کھو بیٹھتا ہے اور ترقی کی جملہ راہیں مسدود ہو جاتی ہیں۔

ہر کہ آب از زمزمِ ملّت نخورد شعلہ ہائے نغمہ در عُودش فسرد[۲]

انسان کے اندر "جوہرِ نوری" ہے۔ قوّتِ ادراک اُسی کی ایک شعاع ہے۔ اس کی ترقی جماعت میں رہ کر ہی ہوسکتی ہے۔

فطرتش آزاد وہم زنجیری است جزوِ اورا قوّتِ کُل گیری است[۳]

در جماعت خود شکن گردد خودی تاز گلبرگے چمن گردد خودی[۴]

(۲) ملّت اختلاطِ افراد سے پیدا ہوتی ہے اور اس کی تربیت کی تکمیل نبوّت سے ہوتی ہے یعنی اللہ تعالیٰ انبیاء کو اس لیے بھیجتا ہے کہ وہ مختلف الخیال افراد کو ایک سلک میں منسلک کر کے قوم بنا دیتے ہیں۔ چنانچہ بنی اسرائیل کو حضرت موسیٰؑ نے ایک قوم بنا دیا اور عربوں کو سرکارِ مدینہؐ نے

محفلِ انجم ز جذبِ باہم است ہستیٔ کوکب ز کوکب محکم است [۷۵]

نبیؐ افراد کو یوں مخاطب کرتا ہے۔

گو یدش تو بندۂ دیگر نۂ زیں بتانِ بے زبان کمتر نۂ [۷۶]

اس کے بعد انہیں ایک سلک میں منسلک کرتا ہے۔

تا سوئے یک مدعایش می کشد حلقۂ آئیں بپایش می کشد [۷۷]

نکتۂ توحید باز آموزدش رسم و آئینِ نیاز آموزدش [۷۸]

(۳) ارکانِ اساسی (BASIC PRINCIPLES OF ISLAM)

(ل) اسلام کا رکنِ اوّل توحید ہے۔ یہ اسلام کا امتیازی نشان ہے۔ اور اسلام کا سارا فلسفہ اسی توحید میں مضمر ہے۔

عقلِ انسانی اسی توحید کی بدولت منزلِ مقصود تک پہنچ سکتی ہے۔ ورنہ اس بے چاری کو ساحل کہاں مل سکتا ہے۔ مومن میں دین، حکمت، آئین، زور، قوت اور تمکین سب توحید کی وجہ سے پیدا ہوتا ہے۔ جب مسلم حقیقی معنی میں خدائے واحد کا پرستار ہو جاتا ہے تو کیا ہوتا ہے؟

بیم و شک میرد، عمل گیرد حیات چشم می بیند ضمیرِ کائنات [۷۹]

چوں مقامِ عبدہٗ محکم شود کاسۂ دریوزہ جامِ جم شود [۸۰]

ملّتِ اسلامیہ کے لیے توحید بمنزلۂ روحِ رواں ہے۔ اگر توحید کا تصوّر خارج کر دیا جائے تو ملّتِ اسلامیہ لاشۂ بے جان رہ جائے گی۔

ملّتِ بیضا تن و جاں لا الٰہ ساز مارا پردہ گرداں لا الٰہ [۸۱]

لا الٰہ سرمایۂ اسرارِ ما رشتہ اش شیرازۂ افکارِ ما [۸۲]

چونکہ اسلام کا خدا ایک ہے اس لیے ملّتِ اسلامیہ کا مقصود بھی ایک ہی ہونا چاہیے۔

ملّت از یک رنگیٔ دلہاستے روشن از یک جلوہ ایں سیناستے [۸۳]

قوم را اندیشہ ہا باید یکے در ضمیرش مدّعا باید یکے [۸۴]

مسلمان کو حسب ونسب پر نازاں نہیں ہونا چاہیے اِنَّ اَکْرَمَکُمْ عِنْدَ اللّٰہِ اَتْقٰکُمْ

بر نسب نازاں شدن نادانی است حکم او اندر تن و تن فانی است [۸۵]
ملّتِ مارا اساسِ دیگر است ایں اساس اندر دلِ ما مضمر است [۸۶]
ما ز نعمت ہائے او اخواں شدیم یک زبان و یک دل و یک جاں شدیم [۸۷]

(۳) ب: یاس و حزن و خوف اُمّ الخبائث ہیں اور حیات کے دشمن ہیں۔ توحید پر اگر کامل ایمان ہو تو ان امراض کا ازالہ ہو سکتا ہے۔ انسان کو لازم ہے کہ کبھی نا اُمید نہ ہو کیونکہ نا اُمیدیٰ حیات کے لیے سامانِ مرگ ہے اسی لیے اللہ تعالیٰ فرماتا ہے لَا تَقْنَطُوْا مِنْ رَّحْمَۃِ اللّٰہِ۔

اے کہ در زندانِ غم باشی اسیر از نبی تعلیمِ لَا تَحْزَنْ بگیر [۸۸]
قوّتِ ایماں حیات افزایدت وردِ لَا خَوْفٌ عَلَیْھِمْ بایدت [۸۹]
بیم غیر اللہ عمل را دشمن است کاروانِ زندگی را رہزن است [۹۰]
ہر شرِ پنہاں کہ اندر قلبِ تست اصل او بیم است اگر بینی درست [۹۱]
ہر کہ رمزِ مصطفیٰ فہمیدہ است شرک را در خوف مضمر دیدہ است [۹۲]
خوفِ حق عنوانِ ایمان است و بس خوفِ غیر از شرکِ پنہان است و بس [۹۳]

(۴) رکنِ دوم رسالت: جس چیز کی توحید کے بعد ضرورت ہے وہ ایمان بر رسالت ہے۔ رسالت پر ایمان لانے سے تنِ مردہ میں جان آجاتی ہے اور دین و آئین کی بنیاد رسالت ہی ہے۔ رسولؐ مسلم کے قلب و جگر کی قوّت ہوتا ہے اور خدا سے بھی زیادہ پیارا ہوتا ہے کیونکہ وہ ہمیں خدا تک پہنچاتا ہے۔ اس کا دامن ہاتھ سے چھوڑ دینا مسلمان کے لیے موت کا حکم رکھتا ہے

سرکارِ مدینہ نے ہمیں دینِ حق اور مذہبِ فطرت عطا کیا اور اس لیے کہ ہماری وحدت میں کوئی تفرقہ پیدا نہ ہو اور ہماری ہستی ابدی ہو جائے۔ خدا نے ہمارے رسولؐ پر رسالت ختم کر دی

قوّتِ قلب و جگر گردد نبیؐ از خدا محبوب تر گردد نبیؐ [۹۴]
دینِ فطرت از نبیؐ آموختیم در رہِ حق مشعلے افروختیم [۹۵]

لَانَبِیَّ بَعْدِیْ ز احسان خداست　پردۂ ناموسِ دین مصطفیٰ است[۹۶]

(۴) ب: رسالتِ محمدیؐ کا مقصد یہ ہے کہ دنیا میں انسانوں کے اندر حریت واخوّت و مساوات قائم ہو جائے۔

آنحضرتؐ کی بعثت سے پہلے انسان انسان پرست تھا۔ آنحضرتؐ نے دنیا کو حریت واخوت ومساوات کا سبق پڑھایا۔

کُلُّ مُؤمِنٌ اِخْوَۃٌ اندر دلش　حرّیت سرمایۂ آب وگلش[۹۷]

ناشکیبِ امتیازات آمدہ　در نہادِ او مساوات آمدہ[۹۸]

اس کے بعد علامہ نے تاریخ اسلامی سے ان تینوں کی مثالیں دی ہیں۔ حریت کی مثال میں امام حسینؓ کی شہادت پیش کی ہے۔

بہرِ حق در خاک وخوں غلطیدہ است　پس بنائے لا الٰہ گردیدہ است[۹۹]

ماسو اللہ را مسلماں بندہ نیست　پیشِ فرعونے سرش افگندہ نیست[۱۰۰]

رمزِ قرآں از حسینؓ آموختیم　ز آتشِ او شعلہ ہا اندوختیم[۱۰۱]

رمزِ قرآن سے علامہ کی مراد یہ ہے کہ مسلمان کو ہر حال میں باطل کا مقابلہ کرنا چاہیے اور اگر ضرورت پڑے تو جان دینے سے دریغ نہ کرنا چاہیے۔

(۵)　چونکہ ملتِ محمدیؐ کی بنیاد توحید اور رسالت پر ہے اور یہ حقائق محدود فی المکان نہیں ہیں اس لیے ملتِ محمدیؐ بھی محدود فی المکان نہیں۔ اس لیے:

چین وعرب ہمارا ہندوستاں ہمارا　مسلم ہیں ہم وطن ہے سارا جہاں ہمارا

مسلم استی دل باقلیمے مبند　گم مشو اندر جہانِ چون و چند[۱۰۲]

دل بدست آور کہ در پہنائے دل　می شود گم ایں سرائے آب وگل[۱۰۳]

آنحضرتؐ نے اپنے وطن سے ہجرت کر کے مسلم کی قومیّت کا عقدہ حل کر دیا۔ مدینہ کو وطن بنا لیا جو آپؐ کا جائے ولادت نہیں تھا۔ یعنی تمام دنیا مسلمان کا وطن ہے اور تمام زمین

اس کے لیے مسجد ہے۔

ہجرت آئینِ حیاتِ مسلم است　　ایں ز اسبابِ ثباتِ مسلم است[۱۰۴]
صورتِ ماہی بہ بحر آباد شو　　یعنی از قیدِ مقام آزاد شو[۱۰۵]
ہر کہ از قیدِ جہات آزاد شد　　چوں فلک در شش جہت آباد شد[۱۰۶]

(۶) وطن اساسِ ملّت نہیں ہے۔ وطنیت کے عقیدہ کو علامّہ مسلمان قوم کے لیے ازلبس مضر خیال کرتے ہیں کیونکہ اس کی بنا پر اخوت کا زریں اصول تباہ ہوجاتا ہے۔ جو لوگ ملّت کی تعمیر وطنیت کے اصولوں پر کرتے ہیں وہ نوعِ انسان کے ساتھ دشمنی کرتے ہیں۔ دنیا میں جو کچھ ہنگامہ بپا ہے اور ایک قوم دوسری قوم کے خون کی پیاسی نظر آتی ہے وہ اسی وجہ سے ہے۔ اساسِ ملّت وطن نہیں بلکہ مذہب ہے۔

تا سیاست مسندِ مذہب گرفت　　ایں شجر در گلشنِ مغرب گرفت[۱۰۷]
روح از تن رفت و ہفت اندام ماند　　آدمیت گم شد و اقوام ماند[۱۰۸]

(۷) جس طرح ملّتِ محمدیؐ محدود فی المکان نہیں اسی طرح مقیّد بالزّمان بھی نہیں۔ اگرچہ فرد و ملّت کی اجل مقرّر ہے اور ملّت بھی فرد کی طرح مردہ ہوجاتی ہے لیکن ملّتِ محمّدی اجل سے محفوظ ہے کیونکہ خدا تعالیٰ نے اس ملّت کی بقا کا خود وعدہ فرمایا ہے۔

امّتِ مسلم ز آیاتِ خداست　　اصلش از ہنگامۂ قَالُوْا بَلٰی ست[۱۰۹]
از اجل ایں قوم بے پرواستے　　استوار از نَحْنُ نَزَّلْنَا ستے[۱۱۰]
تا خدا اَنْ یُّطْفِئُوْا فرمودہ است　　از فسردن ایں چراغ آسودہ است[۱۱۱]

(۸) نظامِ ملّت کسی ضابطہ کے بغیر قائم نہیں ہوسکتا اور اس لیے خدا نے نظامِ ملّت کے قیام و ثبات کے لیے قرآن پاک نازل فرمایا ہے۔ پس اگر مسلمان اپنا ملّی نظام استوار رکھنا چاہتے ہیں تو انہیں قرآن کو اپنا دستورِ حیات اور ضابطۂ عمل بنانا چاہیے۔

ہستی مسلم ز آئین است و بس　　باطنِ دینِ نبیؐ این است و بس[۱۱۲]

آں کتابِ زندہ قرآنِ حکیم حکمتِ او لایزال است و قدیم[۱۱۳]
حرفِ او را ریب نے، تبدیل نے آیہ اش شرمندۂ تاویل نے[۱۱۴]
نوعِ انساں را پیامِ آخریں حاملِ او رحمۃ للعالمیں[۱۱۵]

اس کے بعد علامہ نے مسلمِ سُست پیما سے خطاب کیا ہے اور دو لفظوں میں رازِ حیات بیان کر دیا ہے۔

اے گرفتارِ رسوم ایمانِ تو شیوہ ہائے کافری زندانِ تو[۱۱۶]
قطع کردی امرِ خود را در زُبُر جادۂ پیمائی اِلیٰ شَیٔءٍ نُکُر[۱۱۷]
گر تو می خواہی مسلماں زیستن نیست ممکن جز بقرآں زیستن[۱۱۸]

(۹) انحطاط کے زمانہ میں تقلید کرنا اجتہاد کرنے سے زیادہ مفید ہے۔ یہاں تقلید کے معنی فقہی نہیں ہیں بلکہ روایاتِ ملّی پر عامل ہونے کے ہیں۔ علامہ ایک جگہ فرماتے ہیں:

اگر تقلید بودے شیوۂ نیک پیمبر ہم رہِ اجداد رفتے[۱۱۹]

یعنی تقلید کو بُرا بتایا ہے۔ اس جگہ تقلید کو اجتہاد سے اولیٰ تر قرار دیا ہے پس معلوم ہوا کہ وہاں تقلید کے معنی کورانہ پیروی کے ہیں اور یہاں تقلید کے معنی اپنی ثقافتی روایاتِ ملّی کی حفاظت اور ان پر عمل کرنا ہیں (CULTURAL TRADITIONS)۔ لکھتے ہیں:۔

راہِ آبا رو کہ ایں جمعیت است معنیٔ تقلید ضبطِ ملّت است[۱۲۰]

اس شعر میں خود بھی تقلید کے معنی صاف کر دیتے ہیں۔

نقش بر دل معنیٔ توحید کن چارۂ کارِ خود از تقلید کن[۱۲۱]
اجتہاد اندر زمانِ انحطاط قوم را برہم ہمی پیچد بساط[۱۲۲]
ز اجتہادِ عالمانِ کم نظر اقتدا بر رفتگاں محفوظ تر[۱۲۳]
از یک آئینی مسلماں زندہ است پیکرِ ملّت ز قرآں زندہ است[۱۲۴]
ما ہمہ خاک و دلِ آگاہ اوست اعتصامش کن کہ حبل اللہ اوست[۱۲۵]

الغرض تقلید کے معنی ہیں قرآنی احکام کی بے چون وچرا تعمیل کرنا اور یک آئینی کو اپنا نصب العین بنانا۔ سنّتِ نبویؐ پر مضبوطی کے ساتھ جمے رہنا اور ہر معاملہ میں قرآن سے فیصلہ طلب کرنا۔

(۱۰) اتباعِ آئینِ الٰہیہ سے سیرتِ ملّی میں پختگی پیدا ہوتی ہے۔ یہ عنوان حرزِ جاں بنانے کے لائق ہے۔ فرماتے ہیں کہ قرآن وہ ہیرا ہے جسے خود اللہ تعالیٰ نے تراشا ہے۔ اس میں سراسر نور اور روشنی ہے۔ اس کا ظاہر بھی موتی ہے اور باطن بھی موتی ہے۔ اس کا ظاہر و باطن دونوں ایک ہے۔ علمِ حقیقت شریعت سے جُدا نہیں ہے اور سنّت کے معنی یہ ہیں کہ آنحضرتؐ سے محبّت کی جائے۔ "ہر کہ عشق مصطفیٰ الخ" اگر مسلمان اپنے ایمان کو مضبوط اور شاداب رکھنا چاہتے ہیں تو اتباعِ شریعت کریں۔ ملّت کا نظام اتباعِ شریعت پر مبنی ہے۔ جب یہ نظام محکم ہو جاتا ہے تو ملّت کو دوام نصیب ہو جاتا ہے۔ لوگ اسلام کا "راز" SECRET پوچھتے ہیں۔ میں کہتا ہوں کہ شریعت ہی اسلام کا راز ہے۔

اگر کوئی قوّت اتباعِ شریعت میں مزاحم ہو تو اس کا مقابلہ کرنا فرض ہے۔

سِرّ ایں فرمانِ حق دانی کہ چیست؟ زیستن اندر خطرہا زندگیست[۱۲۶]

آنحضرت صلعم کا دین زندگی بخشنے والا دین ہے۔

ہست دینِ مصطفیٰ دینِ حیات شرعِ اُو تفسیرِ آئینِ حیات[۱۲۷]

جب سے مسلمانوں نے شعارِ نبویؐ سے رُوگردانی کی رمزِ بقا سے محروم ہو گئے۔

تا شعارِ مصطفیٰ از دست رفت قوم را رمزِ بقا از دست رفت[۱۲۸]

آخر میں نصیحت کی ہے کہ عجمی خیالات سے پرہیز کرو کیونکہ وہ حدودِ اسلام سے تجاوز کرنا سکھاتے ہیں۔ عرب سے الفت پیدا کرنا چاہیے۔

با مریدے گفت اے جانِ پدر از خیالاتِ عجم باید حذر[۱۲۹]
زانکہ فکرش گرچہ از گردوں گذشت از حدِ دینِ نبیؐ بیروں گذشت[۱۳۰]
قلب را زیں حرفِ حق گرداں قوی با عرب در ساز تا مسلم شوی[۱۳۱]

(۱۱) سیرتِ قومی میں اتباعِ رسول ؐ سے حسن و خوبی پیدا ہو سکتی ہے۔ چنانچہ مرشد رومیؒ نے کیا خوب فرمایا ہے:۔

مگسل از ختم الرسل ؐ ایّامِ خویش   تکیہ کم کن بر فن و بر گامِ خویش[۱۳۲]

مسلمانوں کے لیے حضرت ختمی مرتبت ؐ کی ذات ستودہ صفات بہترین نمونہ ہے۔ اس کو چھوڑ کر کسی دوسرے کو رہنما بنانا کار نادانی ہے۔

غنچۂ از شاخسارِ مصطفےٰ   گل شو از بادِ بہارِ مصطفےٰ[۱۳۳]
از بہارش رنگ و بو باید گرفت   بہرۂ از خُلق او باید گرفت[۱۳۴]
آنکہ مہتاب از سر انگشتش دو نیم   رحمتِ او عام و اخلاقش عظیم[۱۳۵]
از مقامِ او اگر دور ایستی   از میانِ معشرِ ما نیستی[۱۳۶]

(۱۲) حیاتِ ملیہ کے لیے ایک مرکزِ محسوس بھی اشد ضروری ہے اور مسلمانوں کا مرکز بیتُ الحرام ہے۔ سب مسلمانوں کو اس سرزمین کو اپنا مرکز یقین کرنا چاہیے۔ مکّہ واقعی ہمارا کعبۂ مقصود ہے اور جسے مکّہ سے محبت نہیں اس کے ایمان میں خلل ہے جو جماعت مکّہ کو چھوڑ کر کسی اور سرزمین کو اپنا مرکز قرار دے وہ اسلام سے خارج ہے۔

ہم چنان آئینِ میلادِ امم   زندگی بر مرکزے آید بہم[۱۳۷]
قوم را ربط و نظام از مرکزے   روزگارش را دوام از مرکزے[۱۳۸]
راز دار و رازِ ما بیت الحرام   سوزِ ما ہم سازِ ما بیت الحرام[۱۳۹]
در جہاں مارا بلند آوازہ کرد   با حدوثِ ما قدم شیرازہ کرد[۱۴۰]

(۱۳) تنظیم حقیقی کے لیے ضرورت اس امر کی ہے کہ افرادِ ملّت کے سامنے کوئی نصب العین ہو اور ہر فرد اس کے حصول میں منہمک ہو اور امّتِ محمّدی کا نصب العین یہ ہے کہ توحید کی حفاظت اور اشاعت کی جائے گویا ہر مسلمان مبلّغ اسلام ہے۔

مدّعا رازِ بقائے زندگی   جمعِ سیماب قوائے زندگی[۱۴۱]

چوں حیات از مقصدے محرم شود　ضابطِ اسبابِ ایں عالم شود [۱۴۲]
ہمچو جاں مقصود پنہاں در عمل　کیف و کم از وے پذیرد ہر عمل [۱۴۳]
زانکہ در تکبیر رازِ بودِ تست　حفظ و نشرِ لا الٰہ مقصودِ تست [۱۴۴]
تا نہ خیزد بانگِ حق از عالمے　گر مسلمانی نیا سائی دمے [۱۴۵]

آجکل جبکہ الحاد اور مادیت کا زور ہے قرآنی تعلیمات کی اشاعت ازبس ضروری ہے۔ موجودہ مشکلات کا حل اس کتاب میں موجود ہے۔ پس مسلمانوں کو یکسر تبلیغ و اشاعتِ اسلام میں منہمک ہو جانا چاہیے۔

(۱۴) حیاتِ ملّی میں فطرت کی قوتوں کو مسخر کرنے سے وسعت پیدا ہو سکتی ہے۔ عہدِ ماضی میں مسلمانوں کا یہی شعار تھا۔ لیکن اب علوم و فنون سے بے بہرہ ہیں تحقیق و اجتہاد کو کفر سمجھتے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ ترقی درکنار تنزّل کر رہے ہیں۔

ما سوا از بہرِ تسخیر است و بس　سینۂ او عرضۂ تیر است و بس [۱۴۶]
غنچۂ؟ از خود چمن تعمیر کن　شبنمی؟ خورشید را تسخیر کن [۱۴۷]
خیز و واکن دیدۂ مخمور را　دوں مخواں ایں عالمِ مجبور را [۱۴۸]
غایتش توسیعِ ذاتِ مسلم است　امتحانِ ممکناتِ مسلم است [۱۴۹]
حق جہاں را قسمتِ نیکاں شمرد　جلوہ اش با دیدۂ مومن سپرد [۱۵۰]
تو کہ مقصودِ خطابِ انظُری　پس چرا ایں راہ چوں کوراں بری [۱۵۱]
علمِ اسما اعتبارِ آدم است　حکمتِ اشیاء حصارِ آدم است [۱۵۲]

(۱۵) حیاتِ ملّیہ کا کمال یہ ہے کہ ملّت میں بھی فرد کی طرح اپنی خودی کا احساس پیدا ہو جائے اور اس احساس کی تولید اور تکمیل اپنی ملّی روایات (CULTURAL TRADITIONS) کی حفاظت اور اشاعت سے ممکن ہے۔

ملّت میں خودی کے احساس کے معنی یہ ہیں کہ ہر فرد اپنی جگہ بہبودِ ملّت کا ذمّہ دار ہو۔

اگر زید کو تکلیف پہنچے تو تمام جماعت اس تکلیف کو محسوس کرے۔ اس کا نظارہ دہلی نے ۱۸۵۷ء میں دیکھا تھا جبکہ بارہ سپاہیوں اور اُن کے افسر نے بخوشی میگزین میں آگ لگا دی اور خود بھی اس میں جل کر مر گئے تاکہ وہ بارُود اُن کے دشمن اُن کے بھائیوں کے خلاف استعمال نہ کر سکیں۔ وہ بظاہر مر گئے لیکن بباطن زندہ ہیں اور لارڈ ولنگڈن سر ہربرٹ ایمرسن اور دوسرے گورنران صوبجات کی شکل میں آج ۱۹۳۳ء میں ہندوستان پر حکومت کر رہے ہیں۔ جب تک مسلمانوں میں یہ احساس پیدا نہ ہو ان کا اُبھرنا اور ترقی کرنا معلوم۔ فی الحال تو یہ کیفیت ہے کہ ہندو سے زیادہ مسلمان مسلمان کا دشمن ہے۔ میونسپل کمیٹی اور کونسل سب جگہ منافرت اور منافقت کا بازار گرم ہے۔ (واضح رہے کہ یہ تحریر ۱۹۳۳ء کی ہے: مدیر)

اس احساس کو پیدا کرنے کے لیے تاریخ اسلام کا مطالعہ کرنا اور اپنی روایاتِ ملّی کی حفاظت کرنا ضروری ہے۔ زندہ اقوام اپنی روایات کی بہت حفاظت کرتی ہیں اور بچوں کے قلوب میں ان روایات کا نقش قائم کرتی ہیں لیکن ہندوستان میں ہماری تعلیم انگریزوں کے ہاتھ میں ہے اور انہیں کلرکوں کی ضرورت ہے نہ کہ قومی درد رکھنے والوں کی۔

طفل میں بو آئے کیا ماں باپ کے اطوار کی
دُودھ ہے ڈبے کا اور تعلیم ہے سرکار کی

ربطِ ایام است مارا پیرہن سوزنش حفظِ روایاتِ کہن[۱۵۳]
چیست تاریخ اے ز خود بیگانہ داستانے قصّہ افسانہ[۱۵۴]
ایں ترا از خویشتن آگہ کند آشنائے کار و مرد رہ کند[۱۵۵]
مشکن ار خواہی حیاتِ لازوال رشتۂ ماضی ز استقبال و حال[۱۵۶]

(۱۶) بقائے نوع اومومت (MOTHERHOOD) پر منحصر ہے اس لیے اسلام میں اومومت کے احترام کو فرضِ عین قرار دیا گیا ہے۔

اسلام نے "عورت" کو بڑا بلند درجہ عنایت کیا ہے کیونکہ عورت مرد کے لیے باعثِ

تسکین اور کائنات کے لیے موجبِ رونق ہے۔ مرد میں عورت ہی کی وجہ سے نغمہ پیدا ہوتا ہے بلکہ مرد کے لیے موجبِ زینت و آسائش ہے اسی لیے آنحضرت صلعم نے خوشبو اور نماز کے ساتھ اس کا ذکر بھی فرمایا۔

جو مسلمان عورت کو اپنا خادم یا ماتحت خیال کرتا ہے وہ فہمِ قرآن سے محروم ہے لکھتے ہیں:

آنکہ نازد بر وجودش کائنات　　ذکرِ او فرمود باطیب و صلوٰۃ[157]
مسلمے کو را پرستارے شمرد　　بہرہ از حکمتِ قرآں نبرد[158]
نیک اگر بینی امومت رحمت است　　زانکہ او را با نبوت نسبت است[159]
شفقت او شفقتِ پیغمبر است　　سیرتِ اقوام را صورت گر است[160]
گفت آں مقصودِ حرفِ کُن فکاں　　زیرِ پائے امہات آمد جناں[161]
ملت از تکریمِ ارحام است و بس　　ورنہ کارِ زندگی خام است و بس[162]
حافظِ رمزِ اخوت مادراں　　قوتِ قرآن و ملت مادراں[163]

(۱۷)　عورتوں کے لیے سیدۃ النساء فاطمۃ الزہرا رضؓ اسوۂ حسنہ ہیں۔

مزرعِ تسلیم را حاصل بتولؓ　　مادراں را اسوۂ کامل بتولؓ[164]
آں ادب پروردۂ صبر و رضا　　آسیا گردان و لب قرآں سرا[165]

(۱۸)　خطاب بہ مخدّراتِ اسلام۔ علّامہ مسلمان عورتوں سے خطاب فرماتے ہیں کہ دران اسلام کا فرض ہے کہ وہ اپنے بچوں کو سب سے پہلے اسلام اور اسلامی روایات سے آگاہ کریں اور اپنے فرض کو پہچانیں۔ وہ ذمہ دار ہیں اور بچوں کی سیرت انہی کے سانچے میں ڈھلتی ہے۔

موجودہ زمانہ بڑا پُر آشوب ہے کفر و الحاد کی ہوائیں چل رہی ہیں۔ ماؤں کو چاہیے کہ مسلمان بچوں کو قرآنی تعلیمات سے مسلّح کرکے کارزارِ عالم میں بھیجیں۔

کودکِ ما چوں لب از شیرِ تو شست　　لا الٰہ آموختی او را نخست[166]

می ترا سشد مہرِ تو اطوارِ ما   فکرِ ما، گفتارِ ما، کردارِ ما[۱۶۷]
دورِ حاضر تر فروش و پُر فن است   کاروانش نقدِ دیں را رہزن است[۱۶۸]
کور و یزداں ناشناس ادراکِ او   ناکساں زنجیریٔ پیچاکِ او[۱۶۹]
ہوشیار از دستبردِ روزگار   گیر فرزندانِ خود را در کنار[۱۷۰]

(۱۹) آخر میں علامہ نے سورۂ اخلاص کی تفسیر اپنے مخصوص رنگ میں لکھی ہے۔ میں اس کا خلاصہ بھی طوطیائے چشم بناتا ہوں۔

علامہ فرماتے ہیں کہ میں نے ایک رات حضرت صدیق اکبرؓ کو خواب میں دیکھا تو اُن سے کہا کہ اُمتِ مرحومہ کی بہبود کی کوئی صورت بتائیے۔ انہوں نے جواب دیا کہ مسلمانوں کو سورۂ اخلاص سے آب و تاب حاصل کرنی چاہیے۔

توحید کا رنگ پیدا کرلو سارے عقدے حل ہوجائیں گے۔

با یکی ساز از دوئی بردار رخت   وحدتِ خود را مگرداں لخت لخت[۱۷۱]

خدا نے مسلمانوں کو ایک قوم بنایا وہ اب ترک، افغان اور ہندی بنے ہوئے ہیں۔ قُلْ ھُوَ اللّٰہُ اَحَدٌ کے معنی زبان سے ادا کرنے سے کام نہیں بنتا، جب تک مسلمان وحدت کا رنگ اپنے اندر نہ پیدا کریں۔ جس طرح اُن کا خدا ایک ہے اسی طرح انہیں بھی ایک ہونا چاہیے۔

یک شوو توحید را مشہود کن   غائبش را از عمل موجود کن[۱۷۲]
لذّتِ ایماں فزاید در عمل   مُردہ آں ایماں کہ ناید در عمل[۱۷۳]

(ب) اَللّٰہُ الصَّمَدُ کے معنی یہ ہیں کہ جس طرح اللہ تعالیٰ صمد ہے تم بھی غیر اللہ سے بے نیاز ہو جاؤ۔ اور صرف اللہ تعالیٰ کو کعبۂ مقصود بنالو۔

بندۂ حق بندۂ اسباب نیست   زندگانی گردشِ دولاب نیست[۱۷۴]
مسلم استی بے نیاز از غیر شو   اہلِ عالم را سراپا خیر شو[۱۷۵]
راہ دشوار است ساماں کم بگیر   در جہاں آزاد زی آزاد میر[۱۷۶]